بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم ط

علماء لدھیانہ کی یادگار:

مدرسہ بنات الاسلام لدھیانہ

مشرقی پنجاب میں لدھیانہ جہاں صنعتی اور تجارتی اعتبار سے اہمیت رکھتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی دینی اور علمی لحاظ سے بھی مرکزیت کا حامل تھا۔ شہر کے گوشہ گوشہ میں اسلامی تعلیمات کے مکاتب و مدارس جاری تھے، جو اپنی ہمت کے مطابق تعلیمی و دینی خدمات انجام دے رہے تھے۔ ان اداروں اہم اور قدیم ترین درسگاہ مدرسہ اسلامیہ محمودیہ اللہ والا تھا۔ جو تحریک آزادیٔ ہند ۱۸۵۷ء میں شکست کے بعد دارالعلوم دیوبند، مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے ساتھ ساتھ قائم ہوئی جس کے بانی جہادِ حریت ۱۸۵۷ء کے مجاہدین علماء لدھیانہ حضرت مولانا محمدؒ، حضرت مولانا محمد عبداللہؒ، حضرت مولانا عبدالعزیزؒ تھے۔ جن کے انتقال کے بعد یہ امانت خاندانی سلسلہ کے اعتبار سے حضرت مولانا مفتی محمد نعیم کے سپرد ہوئی جنہوں نے خوش اسلوبی اور بلند ہمتی کے ساتھ درس گاہ کو اس کی روایات کے مطابق برقرار رکھا۔ اور اس کے ساتھ ہی نسوانی تعلیم و تربیت کیلئے علیحدہ درس گاہ کے قیام کا بیڑا اٹھایا

مردانہ نصاب تعلیم کی طرح ہمارے زنانہ تعلیمی نصاب بھی قومی معارف اور دینی علوم سے معرا تھے۔ جس کے اثرات دختران اسلام کو فرنگی تہذیب میں جذب کر رہے تھے جو ملت کے لئے ہلاکت خیز تھے، جس کی اصلاح کے لئے موثر اقدام کی ضرورت تھی۔ آپ فکر مند تھے۔ کہ کوئی عملی قدم اٹھایا جائے۔ جہاں دختران اسلام پاک اسلامی تعلیمات حاصل کر سکیں خوش قسمتی سے ان ہی دنوں مفکر اعظم حضرت مولانا عبیداللہ سندھی اپنی پچیس ۲۵ سالہ جلاوطنی کے بعد تشریف لے آئے۔ انہیں اس سلسلہ میں خاص شغف تھا انہوں نے اس سلسلہ میں ہمت بڑھائی۔ چنانچہ آپ کی سرپرستی میں ۲۰ فروری ۱۹۴۱ء کو مدرسہ اسلامیہ محمودیہ کی شاخ کے طور پہ خواتین کی درس گاہ مدرسہ بنات الاسلام جاری کر دیا گیا۔

درس گاہ مخصوص تعمیری مقاصد کے پیش نظر معیاری حیثیت سے قائم کی گئی تھی۔ اس کے قیام کے ساتھ ہی اسے بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی اور اور کارکنان کی نیک نیتی، اولوالعزمی اور حق پرستی نے اسے چار چاند لگائے جس سے تین چار برس میں ہی اس کا دائرہ افادیت وسیع تر ہوتا چلا گیا۔ عوام و خواص دونوں نے اس کی خدمات کو تحسین و ستائش کی نظر سے دیکھا۔

تعلیمات

درس گاہ کا انحصار معلمات پر ہی ہوا کرتا ہے۔ خدا کے فضل و احسان سے مدرسہ کو یوم تاسیس سے ہی مخلص اہل علم و عمل سے آراستہ کارکنان حاصل ہو گئیں۔ جنہوں نے حسبۃً للہ اس عظیم کام کا بیڑا اٹھایا۔ اور بے لوث خدمات سے درس گاہ کو دنوں میں ممتاز کر دیا۔ ان میں محترمہ صدر المعلمات

دختر مولانا مفتی محمد نعیم صاحب، نائب صدر المعلمات دختر خواجہ محمد یوسف مرحوم، اور بیگم صاحبہ شیخ فیض محمد کی خدمات قابل تقلید مثال ہیں۔

درس گاہ کی بیشتر معلمات اعزازی طور پر دینی خدمات انجام دے رہی تھیں، جس کے نتائج میں کسی اقتصادی بار کے بغیر درس گاہ دنوں میں بام عروج تک پہنچ گئی۔ جن اکابر نے درس گاہ کا معائنہ فرمایا۔ ان میں یہ اکابرین خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں،

۱۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ
۲۔ مفکر اعظم حضرت مولانا عبید اللہ صاحب سندھی رحمۃ اللہ علیہ
۳۔ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند
۴۔ محترمہ بیگم صاحبہ شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی
۵۔ حضرت مولانا حفظ الرحمن صاحب ناظم اعلیٰ جمعیۃ العلماء ہند
۶۔ عالی جناب نواب محمد مظفر خاں صاحب صدر انجمن حمایت اسلام لاہور
۷۔ محترمہ بیگم صاحبہ جناب امین الدین صاحب آئی۔ سی۔ ایس،

مفکر اعظم حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رح نے ارشاد فرمایا۔

"میں مسرور ہوں کہ جن مسلمانوں نے مدرسہ دیکھا۔ وہ اس کے انتظام اور اس کے نصاب میں تعلیم قرآن کی تعریف کرتے ہیں۔ بالفعل میں اس مدرسہ بنات الاسلام کو دار العلوم دیوبند کے زنانہ سیکشن کیلئے اساس بنانا پسند کرتا ہوں"

رئیس العلماء حضرت الحاج مولانا قاری محمد طیب مہتمم دار العلوم دیوبند نے معائنہ کی رپورٹ میں ارقام فرمایا۔

"مجھے الفاظ نہیں ملتے کہ میں ان جذبات مسرت کو ظاہر کر سکوں، جو

اس مدرسہ کے نمایاں کارناموں کو دیکھنے کے بعد میرے دل میں پیدا ہوئے لڑکیوں کے مدرسہ کیلئے جس قدر شرائط اسلامی نقطہ نظر سے ہو سکتی ہیں۔ وہ سب اس مدرسہ میں موجود پائیں۔ خدا کرے کہ مسلمان ہر جگہ اور اس کے طریق تعلیم کی تقلید کریں۔ ہم سب کو شکر گذار ہونا چاہیے مولانا مفتی محمد نعیم صاحب اور ان کے خلف الرشید مولانا ضیاء الحسن صاحب کا، جن کی تعلیمی اور عملی جدوجہد نے یہ نیک مثال قائم کی۔ حق تعالیٰ انہیں اجر عظیم عطا فرمائے۔

(روئداد مدرسہ ۴۳ء)

درس گاہ کو تعلیمی اعتبار سے دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ ابتدائی حصہ میں پانچ درجے تھے، جس کا معیار اس دور کے مڈل تک تھا۔ لیکن اس میں اسلامی تعلیمات۔ تعلیم قرآن کریم اور تاریخ اسلام شامل تھے۔ دوسرا حصہ تین درجوں پر مشتمل تھا جس میں عربی، فارسی، ترجمہ قرآن کریم، فقہ اور تاریخ اسلام کی تعلیم شامل تھی۔ جو طالبہ کو دینی و دنیا کی سعادتوں سے آراستہ کر دیتی تھی،

درس گاہ خالص خدمت کے جذبات کے ماتحت قائم کی گئی تھی۔ اس لیے درسگاہ میں طالبات سے کوئی تعلیمی معاوضہ یا فیس نہیں لی جاتی تھی۔ اور درسگاہ کا ماحول بے حد پاکیزہ تھا۔ اس اقدام سے ان غریب لوگوں کی حوصلہ افزائی ہوئی جو اپنی ہونہار بچیوں کو محض غربت کی بنا پر تعلیم نہیں دلاتے تھے۔ درس گاہ میں دوسرے سال ہی طالبات کی تعداد پانچ سو سے تجاوز کر گئی۔

ناقابل تلافی نقصان

۴۷ء میں تقسیم ملک کے بعد مشرقی پنجاب میں جو حوادث رونما ہوئے۔ ان کی خونیں داستان ناقابل فراموش ہے۔ مسلمانوں کے منظم قتل

وغارت اور عام تباہی و بربادی کے علاوہ اسلامی مکاتب و مدارس کی تباہی ناقابل تلافی نقصان ہے۔ رمضان المبارک میں تعطیلات کی وجہ سے مدرسہ بنات الاسلام اور محمودیہ اللہ والا دونوں بند تھے۔ مدرسہ محمودیہ اللہ والا کا کتب خانہ ملک بھر میں عدیم المثال تھا۔ جس میں ہزارہا نوادر مطبوعات کے علاوہ قلمی کتب کا بیش بہا ذخیرہ محفوظ تھا۔ جو عام تباہی کی نذر ہو گیا۔ اور سینکڑوں برس کے محفوظ اثاثے بربریت کی بھینٹ چڑھ گئے۔

مدرسہ بنات الاسلام کی عمارت عزیز منزل میں مدرسہ کا قیمتی سامان۔ کتبخانہ بیش قیمت اشیاء اور کپڑے کا بڑا اسٹاک موجود تھا۔ جو غارتگروں کے ہاتھوں لُٹ گیا۔ مدارس کے لیے علمی ذخائر کی تباہی ایسا ناقابل نقصان ہے۔ جس پر کارکنان و ہمدردان اشکبار و رنجور ہیں۔ لیکن اس کی تلافی عالم اسباب میں بظاہر ممکن نہیں۔

پاکستان میں درسگاہ کی ضرورت

تعلیم نسواں کا مسئلہ جس قدر اہم ہے۔ اسی قدر اس سے بے توجہی برتی جا رہی ہے۔ انسان کی پہلی تربیت گاہ ماں کی گود ہے۔ جہاں سے رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔ اگر پہلا سبق بہتر ہو۔ تو بچوں کی فطرت اس کے مطابق ڈھل جاتی ہے۔ اور آخری لمحات تک وہ اسی راہ پر گامزن رہتے ہیں۔ اس کے برعکس اگر پہلی اینٹ ٹیڑھی جائے۔ تو "تا ثریا مے رود دیوار کج" کا سا معاملہ رہتا ہے۔

غلامی کے دور میں اسلامی درسگاہوں کا مقصد برے اثرات سے محافظت اور انفرادی تربیت ہوا کرتا تھا۔ تاکہ غلامی کے اثرات کے ماتحت

بچے حکمرانوں کے مسلک پر گامزن نہ ہوں۔ قیام پاکستان کے بعد مخصوص تعمیری مقاصد پیش نظر رہنے چاہئیں۔ ایک ملت کی اجتماعی تربیت ہے۔ تاکہ پوری قوم علمی فیضان سے سرشار ہو کر اسلام کی سربلندی۔ ملت کے وقار۔ اور پاکستان کے استحکام و ارتقاء کیلئے صف آرا ہو سکے۔ اس لحاظ سے آزاد ملک میں ان درسگاہوں کے قیام کی ضرورت زیادہ اہمیت طلب ہے۔ قوم کی اجتماعی اصلاح و تربیت اور یکجہتی کا یہی واحد راستہ ہے۔ جیسا کہ مفکر اعظم حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رح نے لدھیانہ میں مدرسہ کی تاسیس کے وقت ارشاد فرمایا تھا۔

"اگر مسلمان عورتیں عہد کر لیں، کہ وہ قرآن پڑھ کر اس کے مطابق اپنے بچوں کو چلائیں گی۔ تو بہت جلد مسلمانوں کا بیڑا پار ہو سکتا ہے۔ مسلمانوں کی کمزوریوں کی بڑی وجہ یہی ہے۔ کہ ان کی عورتوں میں قرآن کی وہ تعلیم نہیں جو ان کے مردوں میں ہے۔ ایمان کے جس قدر شعبے ہیں ان میں مرد و عورت کو مساوی رکھا گیا ہے۔ لہٰذا مرد کے ساتھ مسلم عورت کو تعلیم قرآن میں شامل کرنا چاہیئے" (روئیداد تاسیس)

درسگاہ کا اجراء

اگرچہ مشرقی پنجاب کے حوادث اور مصائب جانکاہ و حوصلہ شکن تھے اور دل و دماغ ان سے متاثر تھے، تاہم مدرسہ کے کارکنان کے عزائم پر اثر انداز نہیں ہو سکے۔ لوگ جلب منفعت کی سرگرمیوں میں منہمک تھے۔ لیکن مدرسہ کے کارکنان نئی مملکت کے استحکام اور ملت اسلامیہ کی سربلندی کے مخلصانہ جذبات سے سرشار تھے۔ انہوں نے موانعات و مشکلات

کے باوجود بلند ہمتی سے کام لیا۔ اور بعض مخلص ہمدردان کی کوشش سے منٹگمری میں درس گاہ کے اجرا کا مبارک فیصلہ کر لیا۔ جو بحمد اللہ پوری کامیابی کے ساتھ ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہے۔ اور ملک و ملت کی تعمیری، تعلیمی خدمات انجام دے رہی ہے۔

عمارت

منٹگمری شہر کے وسطی حصہ میں سکھوں کا ادارہ گرونانک گرلز سکول کے نام سے جاری تھا جس کے ساتھ سنگھ سبھا کی عمارت بھی ملحق تھی، مدرسہ بنات الاسلام کے لئے یہ جگہ موزوں تھی، جو حکام اعلیٰ کے علمی ذوق اور تعمیری جذبہ کے پیش نظر مدرسہ کے لئے مخصوص کر دی گئی۔ جہاں بحمد اللہ یکم مئی ۴۸ء سے قدیم درس گاہ خصوصیات کے ساتھ جاری کر دی گئی جس کا اظہار حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی مرحوم نے بھی اپنے مکتوب گرامی میں فرمایا۔

"میں انتہائی مسرور ہوں کہ منتظمین نے بے سروسامانی کے باوجود اعلیٰ معیار پر منٹگمری میں توکل علی اللہ دینی درس گاہ جاری کر دی ہے"

جو عمارت مدرسہ کیلئے مخصوص کی گئی۔ وہ ابتداً غیر مسلموں کیلئے بطور کیمپ استعمال ہوتی رہی۔ بعد میں مشرقی پنجاب کے تباہ حال مسلمان بھی وہاں قیام کرتے رہے۔ جہاں کوئی نگرانی یا احتساب نہ تھا۔ ذمہ داریوں کے فقدان سے عمارت کافی نقصان پذیر ہوئی بجلی کا تمام سامان تلف کر دیا گیا۔ اور اس سفاکی کے ساتھ چیزیں اتاری گئیں کہ جس سے عمارت کو کافی نقصان پہنچا۔

کوئی کمرہ ایسا نہ تھا جس میں آٹھ دس چوڑے اور قد آدم گڑھے موجود نہ ہوں عمارت کے میدان میں کوڑے کرکٹ کے انبار ٹیلوں کی شکل میں تبدیل ہو گئے تھے۔ سکھوں نے مورچہ بندی کے لئے منڈیر اکھاڑ کر اینٹوں کے انبار جمع کر رکھے تھے۔ الغرض ہر حصہ میں شکست و ریخت موجود تھی۔ ان حالات میں عمارت کو سنبھالنا ہی ایک عظیم الشان کام تھا۔ لیکن خدا کا فضل و احسان ہے کہ تھوڑے ہی عرصہ میں کارکنان کی ہمت اور مساعی سے عمارت کی شکل و صورت قائم ہو گئی اور کافی حد تک عمارت سنبھل گئی جس کا اعتراف محترم سید محمد محسن شاہ صاحب ترمذی ڈپٹی کسٹوڈین جائداد متروکہ منٹگمری نے بھی فرمایا ہے۔ آپ نے اپنی رپورٹ میں تحریر فرمایا ہے

"مجھے اس پر بےحد مسرت ہے۔ کہ عمارت کو بڑی حفاظت سے سنبھالا گیا ہے۔ یہ عمارت اس سے پہلے غیر مسلموں اور بعد میں مہاجرین کے لئے بطور کیمپ استعمال ہوتی رہی۔ جس سے اس کی حالت کافی خراب ہو گئی تھی لیکن اب اسے احسن طریق پر صاف ستھرا اور محفوظ کر دیا گیا ہے۔ جو کمی تھی وہ بھی کارکنان کی مساعی سے پوری ہو گئی ہے"

گذشتہ دو سالوں میں عمارت کی درستگی مرمت اور حفاظت پر پندرہ ہزار روپے کے قریب رقم خرچ ہو چکی ہے۔ دو کمروں کا اضافہ اس کے علاوہ ہے۔ جو طالبات کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر تعمیر کئے گئے ہیں۔ جن پر ساڑھے آٹھ ہزار روپیہ کے قریب صرف ہوئے ہیں۔ ابھی دار القرآن کی تعمیر ہال کی مرمت۔ درس گاہوں میں برقی پنکھوں کا انتظام باقی ہے۔ جس کے لئے کوشش جاری ہے۔ انشاءاللہ العزیز مستقبل قریب میں یہ امور بھی تکمیل پذیر ہو جائیں گے۔

عمارت میں جس قدر تبدیلیاں ہوتی ہیں۔ اس کا صحیح موازنہ وہی حضرات کر سکتے ہیں جنہوں نے عمارت کو پہلے دیکھا تھا۔ البتہ گذشتہ سالوں میں کرکٹ میچ کے موقعہ پر غیر مسلم حضرات یہاں آئے تھے۔ وہ اچانک عمارت دیکھنے بھی آ گئے۔ انہوں نے عمارت کی حفاظت اور حالت پر غیر معمولی حیرت و مسرت کا اظہار کیا۔

معلمات

مدرسہ کی متاع گرانمایہ مدرسہ کی قابل قدر معلمات ہیں۔ جو بڑی جانفشانی و عرقریزی سے تعلیمی استحکام میں مصروف ہیں۔ لدھیانہ میں مدرسہ کی تاسیس و تنظیم اور غیر معمولی مقبولیت ان کی مخلصانہ جدوجہد اور علمی برتری کا ثمرہ تھا۔ انہوں نے خلوص نیت سے اس کام کا بیڑہ اٹھایا۔ اور سالوں کا کام دنوں میں انجام پذیر ہو گیا۔ یہاں بھی درسگاہ کی تشکیل و تنظیم انہی کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے۔

مدرسہ کی خوش نصیبی ہے۔ کہ اسے روز اول سے ہی بے لوث، ایثار شعار، صالح معلمات کی خدمات حاصل رہی ہیں۔ جس سے مدرسہ کو استحکام اور نیکنامی حاصل رہی ہے۔ ان میں عدیم المثال اور قابل تقلید ایثار محترمہ صدر المعلمات اور دختر خواجہ محمد یوسف صاحب، مرحوم رئیس اعظم لدھیانہ کا ہے۔ جو پہلے دن سے خالصتہً لوجہ اللہ دینی خدمات انجام دے رہی ہیں۔ اور یہاں بھی کسی دنیوی اجر و معاوضہ کے بغیر اولوالعزمی کے ساتھ خدمات کی انجام دہی میں مصروف ہیں۔ یہ سراپا ایثار صاحبزادیاں علمی تبحر، قرآن فہمی کے علاوہ عملی زندگی کی ایک بہترین مثال ہیں۔ ان کے عزم و استقلال بلند ہمتی اور اخلاص ہی نے یہاں عظیم الشان مقدس کام کی داغ بیل ڈال دی۔ جو بحمد اللہ ترقی کی شاہراہ

پر گامزن ہے۔ خداوند کریم ان کی خدمات قبول فرمائے۔ اور انہیں اجر عظیم عطا فرمائے۔

ان کے ساتھ ہی محترمہ بیگم صاحبہ شیخ فیض تاجر جالندھر، محترمہ محمودہ بیگم صاحبہ کی خدمات بھی قابل ستائش ہیں۔ انہوں نے تعلیم سے فراغت کے بعد اپنی خدمات درسگاہ کے سپرد کر دی تھیں۔ اور یہی جذبہ ایثار انہیں یہاں کھینچ لایا۔ انہوں نے مدرسہ کی ابتدائی تنظیم میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ آپ اس وقت منڈی واربرٹن میں مقیم ہیں۔ جہاں ان کی زیر نگرانی مدرسہ بنات الاسلام جاری ہے۔ جس میں چار صد کے قریب طالبات دینی فیضان حاصل کر رہی ہیں۔ جو درسگاہ کی برکات میں شامل ہیں۔ اس کے علاوہ متعدد مقامات پر چھوٹے پیمانہ پر معلمات نے ادارے جاری کر رکھے ہیں۔ جن میں قرآنی تعلیمات کا سلسلہ جاری ہے۔

ابتدائی طور پر سابقہ معلمات ہی کی خدمات کے ساتھ تعلیمات کا آغاز ہوا۔ لیکن تدریجاً اضافہ کی ضرورت محسوس ہوئی۔ خدا کا فضل و احسان ہے کہ یہاں بھی ایسی قابل قدر معلمات کی خدمات حاصل ہوتی رہیں۔ جو خدمات کے جذبات سے سرشار تھیں۔ جنہوں نے تعلیمی خدمات کی انجام دہی میں ایثار سے کام لیا۔ اور درسگاہ بے سروسامانی کے باوجود ترقی کی شاہراہ پر گامزن رہی۔ اس وقت درسگاہ میں مستقل طور پر گیارہ معلمات تعلیمی فرائض انجام دے رہی ہیں۔ جن میں مستند تربیت یافتہ بی۔اے۔ بی۔ٹی۔ سی۔ٹی۔ ایس۔وی معلمات بھی شامل ہیں۔ جو مقررہ نصاب کی تکمیل پر مامور ہیں۔

تعلیمی احوال

مدرسہ کا آغاز خالص دینی درس گاہ کے طور پہ ہوا۔ جس میں آٹھ درجات تھے۔ جن کا معیار مروجہ تعلیمی معیار سے مختلف تھا۔ ان آٹھ درجات میں تعلیم قرآن۔ فقہ۔ ترجمہ قرآن۔ عربی۔ فارسی۔ امور خانہ داری شامل تھے۔ آٹھویں درجہ کے بعد سپیشل کلاسز کا سلسلہ تھا۔ جن میں قرآنی علوم کی تکمیل کیجاتی تھی۔ ان کے ساتھ ہی اردو۔ فارسی کے امتحانات کی تیاری بھی کی جاتی تھی۔ جس میں درس گاہ کو نمایاں کامیابی حاصل تھی۔

درس گاہ اس نہج پہ چار سال تک جاری رہی۔ محکمہ تعلیمات کے اربابِ اعلےٰ درس گاہ میں تشریف لائے۔ انہوں نے تعلیمات پہ ہر طرح اطمینان کا اظہار کیا۔ اور ساتھ ہی درس گاہ کو منظور شدہ مدارس کی صف میں شامل کرنے کی تحریک فرمائی۔ ہمارے پیش نظر صرف دینی خدمات تھیں۔ اس لئے ہم اپنی نہج پہ کام کر رہے تھے۔ اور محکمانہ امداد و سرپرستی سے بے نیاز تھے۔ ہماری راہ میں یہی مانع تھا۔ کہ درس گاہ کی منظوری کے بعد دینیات کی تعلیمات متأثر نہ ہوں۔ لیکن محکمہ تعلیمات کے اکابرین کی یقین دہانی پر ۱۹۵۳ء سے درس گاہ کی منظوری حاصل کر لی گئی۔ اور اس وقت درس گاہ ہائی سکول کے طور پہ کام کر رہی ہے۔ لیکن دینی نصاب کی تمام خصوصیات شامل ہیں۔ اور یہ سلسلہ کامیابی کے ساتھ جاری ہے۔ اس کا اعتراف محترمہ آئی ایم۔ لال انسپکٹریس ملتان ڈویژن نے بھی فرمایا ہے۔ انہوں نے اپنے معائنہ کی رپورٹ میں تحریر فرمایا ہے

"درس گاہ میں دینی تعلیمات کو نمایاں اہمیت دی جاتی ہے۔ اور انہیں پورے سلیقہ سے پڑھایا جاتا ہے"

طالبات

مدرسہ میں پہلے سالوں سے ہی طالبات کی تعداد زیادہ رہی ہے۔ اور داخلہ کے لئے ہجوم رہا ہے۔ جس سے لوگوں کے دینی جذبہ کا اندازہ ہو سکتا ہے تاہم درس گاہ میں داخلہ محدود ہی رکھا جاتا ہے۔ تاکہ نظم میں دشواریاں نہ پیش آئیں۔ اس وقت طالبات کی تعداد چھ صد سے متجاوز ہے۔ اگر داخلہ پہ پابندیاں نہ عائد کی جائیں۔ اور اسے کھلا چھوڑ دیا جائے۔ تو یہ تعداد دو ہزار سے بھی بڑھ سکتی ہے۔ عام طور پہ مدرسہ میں داخلہ کے لئے طالبات کو ایک برس تک انتظار کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ زیادہ داخلہ سے اس لئے بھی احتیاط کی جاتی ہے۔ کہ جگہ اور نظم دونوں اس راہ میں حائل ہیں۔

غریب طالبات

مدرسہ اپنی ہمت و استطاعت کے مطابق غریب طالبات کی دستگیری کرتا ہے۔ اور انہیں ہر قسم کی امداد دیتا ہے۔ لیکن محدود ذرائع کی بنا پہ اس سلسلہ کو زیادہ وسیع نہیں کیا جا سکتا۔ بعض ہونہار غریب بچیاں محض غربت کی بنا پہ ترقی سے محروم رہ جاتی ہیں۔ مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کی عام تباہی کے بعد یہ مسئلہ زیادہ اہم ہو گیا ہے۔ اس سلسلہ میں مرفع الحال لوگ اگر توجہ فرمائیں۔ تو یہ بار بڑی حد تک ہلکا ہو سکتا ہے۔ مدرسہ اپنی بساط کے مطابق ہر سال تقریباً تین چار صد روپے اس سلسلہ میں صرف کرتا ہے۔ جس سے تعلیمی کتب۔ سامانِ نوشت و خواند اور پارچہ جات وغیرہ مہیا کئے جاتے ہیں۔

تعلیمی معاوضہ

درس گاہ کا اجرا خالص تبلیغی احساسات کے ساتھ ہوا ہے۔ اس لئے درس گاہ میں تعلیمی معاوضہ یا فیس کا کوئی سلسلہ نہیں تھا۔ قیام پاکستان سے پہلے یہی طریق رائج تھا۔ اور قیام پاکستان میں بھی اسی اصول پر عمل رہا۔ تاکہ ہر گھر اس فیضان سے مستفیض ہو سکے۔ اور عام مسلمانوں کی بچیاں بھی قرآن کی تعلیم حاصل کر سکیں۔ مدرسہ کے ذمہ داران اس طریق پر گامزن رہنا چاہتے تھے۔ لیکن ہائی سکول کے اجرا کے بعد معمولی فیس رائج کر دی گئی۔ جو قواعد کے مطابق ضروری تھی تاہم طالبات کو غیر ضروری مصارف کے بار سے محفوظ رکھا گیا ہے۔

درس گاہ میں غربت و امارت کا کوئی امتیاز نہیں۔ معلمات اور طالبات کے لباس میں سادگی اور صفائی نمایاں امتیازات ہیں۔ مدرسہ کی فضا موجودہ دور کی گمراہی فیشن پرستی سے ہر طرح محفوظ ہے۔ مدرسہ کے اوقات میں تمام طالبات آسمانی کھدر کریپ پہنتی ہیں۔ جو معمولی درجہ کے لباس میں شامل ہے۔ جس سے معاشرہ کو غیر ضروری مصارف کے بارِ گراں سے نجات مل جاتی ہے۔

تعلیم قرآن کریم

مدرسہ میں تعلیم قرآن کریم کا خاص اہتمام ہے۔ تعلیم میں صحتِ الفاظ کا پورا خیال رکھا جاتا ہے۔ پہلی جماعت سے تعلیم قرآن شروع کر دی جاتی ہے اور طالبات پانچویں جماعت تک قرآن کریم ناظرہ ختم کر لیتی ہیں۔ طالبات کو تعلیم قرآن کی خصوصی سندات دی جاتی ہے۔ تاکہ وہ ہمیشہ اس یادگار

کے ذریعہ مدرسہ کی یاد کو تازہ رکھیں۔ اور قرآن کے ترجمہ و مطالب کی جانب راغب رہیں۔ خداوند کریم کے فضل و احسان سے گذشتہ دس برس میں پانچصد کے قریب طالبات یہ دولت لازوال حاصل کر چکی ہیں۔

ترجمہ قرآن حکیم

قرآن کریم کی ناظرہ تعلیم کے بعد ترجمہ کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ جو تقریباً تین سال میں تکمیل پذیر ہو جاتا ہے۔ بحمد اللہ یہاں پہلی جماعت نے ۵۱ء میں ترجمہ قرآن حکیم کی تکمیل کی۔ اس کے بعد یہ سلسلہ مبارک ترتیب کے ساتھ جاری ہے۔ اس درس میں طالبات کے علاوہ بعض بزرگ خواتین بھی شرکت فرماتی رہتی ہیں۔ خدا کے فضل و احسان سے گذشتہ سالوں میں ایک صد کے قریب طالبات و خواتین ترجمہ کے ساتھ قرآن حکیم کی تکمیل کر چکی ہیں۔ جو موجب صد تشکر و امتنان ہے۔ مملکت بھر میں خواتین کا کوئی ایسا ادارہ نہیں۔ جہاں خواتین اس مختصر عرصہ میں کامیابی کے ساتھ قرآن حکیم کی دولتِ لازوال حاصل کر سکیں۔

مالیات

اس عظیم الشان ادارہ کا آغاز محض توکل علی اللہ کر دیا گیا۔ کوئی مستقل ذریعہ آمدن نہ تھا۔ نہ ہی کوئی یقینی صورت تھی۔ اور نہ ہی کسی کے سامنے دست سوال دراز کیا گیا۔ جو ہمارے بنیادی اصولوں کے مخالف ہے۔ بہرحال کام شروع ہو گیا۔ اور محض باہمی اعانت سے ہی تین چار سال گذر گئے۔ ۱۹۵۳ء سے منظوری کے بعد معمولی گرانٹ موصول ہوئی۔ لیکن اس کے ساتھ

ہی مصارف بڑھ گئے۔ تاہم تمام امور کامیابی کے ساتھ انجام پانے لگے ۱۹۵۶ء میں محمودیہ ٹرسٹ نے کچھ سہارا دیا۔ اور ضرورتوں کی تکمیل ہو گئی اور خدا کا فضل و احسان ہے۔ کہ درس گاہ کے تمام ضروری مصارف پورے ہو رہے ہیں۔ اور قدم کامیابی کی جانب بڑھ رہے ہیں۔

اہتمام

مدرسہ کے نظم و نسق اور اہتمام کے لئے حضرت مولانا مفتی محمد نعیم کی زیر سرپرستی ایک مجلس شوریٰ موجود ہے۔ جو رہنمائی کا فرض انجام دے رہی ہے۔ تاہم عمومی نظم و نسق کی ذمہ داریاں راقم الحروف کے کندھوں پر ہیں جنہیں محض اکابرین کی سرپرستی اور احباب کی اعانت سے انجام دے رہا ہوں۔ جس میں صرف خدا کا فضل و احسان ہی شامل ہے۔

ضروریات،

درس گاہ کے اجراء کے سلسلہ میں محض ایک عمارت الاٹ کی گئی۔ جو بے حد مرمت طلب تھی۔ اس کے علاوہ کسی قسم کا کوئی سامان درس گاہ کیلئے نہیں مل سکا۔ ابتدائی ضروریات تک کا تمام سامان خود مہیا کیا گیا۔ جس سے مصارف کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ درس گاہ کی عمارت میں توسیع بھی ہوئی۔ اور اس وقت بفضلہ تعالیٰ اس درسگاہ کا خصوصی امتیاز ہے کہ یہاں تعلیم پانے والی تمام طالبات ڈیسکوں پر فروکش ہیں۔ ابتدائی درجوں کی طالبات کو بھی زمین پہ بیٹھنے کی کوفت نہیں۔ جس سے ملک کی اعلیٰ درسگاہیں بھی محروم ہیں۔ اور تمام جماعتوں کے لیے موزوں کمرے موجود ہیں۔

فوری ضروریات میں دار القرآن کی تعمیر شامل ہے۔ جس کی تکمیل چندہ نوں تک ہو جائے گی۔

مدرسہ کا فیضان

قیام پاکستان کے بعد مدرسہ کی معلمات مختلف مقامات پہ آباد ہو گئیں اگرچہ منٹگمری میں درس گاہ کے اجراء سے بیشتر تعداد یہاں جمع ہو گئی۔ تاہم بعض قابل قدر معلمات اپنی ضروریات و احوال کی وجہ سے نہ آ سکیں۔ ان میں محترمہ بیگم صاحبہ شیخ فیض محمد خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ آپ نے منٹگمری میں درسگاہ کی ابتدائی تنظیم میں نمایاں حصہ لیا۔ اس کے بعد وار برٹن میں رہائش پذیر ہو گئیں۔ جہاں آپ کے قیام اور خلوص عمل سے ایک درسگاہ مدرسہ بنات الاسلام وار برٹن جاری ہو گئی۔ جو مرکزی درسگاہ کی زیر نگرانی خدمات انجام دے رہی ہے۔ اور اس علاقہ کی عظیم الشان درسگاہ ہے۔ وہاں اس وقت چار صد کے قریب طالبات قرآنی علوم سے مستفیض ہو رہی ہے۔ اس کے علاوہ چھوٹے پیمانہ پہ متعدد مقامات پہ مدرسہ کا فیضان جاری ہے۔

عمائدین کے تاثرات،

درس گاہ میں ہمیشہ ممتاز اکابرین اور عمائدین تشریف لاتے رہے ہیں۔ اور درسگاہ کو اپنی رہنمائی سے سرفراز فرماتے رہے ہیں۔ نیز مندرجہ ذیل سطور میں چند ایک قابل ذکر اکابرین کے تاثرات پیش کر رہا ہوں۔ جن سے اس تعمیری کام میں حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔

مدرسہ بنات الاسلام لدھیانہ

شیخ الہند حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ

"آج مجھے مدرسہ بنات الاسلام لدھیانہ میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ میرے سامنے طالبات نے قرآن کریم اور ترجمہ پڑھکر سنایا۔ تلفظ۔ ادائیگی۔ طرز بیان قابلِ ستائش تھا۔ طالبات نے اپنی استعداد کے مطابق سوالات کے صحیح جوابات دیئے۔

مدرسہ میں دینی تعلیم و تربیت کا اہتمام خصوصیات میں سے ہے جس کیلئے درسگاہ منفرد حیثیت کی حامل ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب کی سرپرستی اور محترم مولانا ضیاء الحسن کی رہنمائی میں درسگاہ صراطِ مستقیم پر گامزن ہے۔ میں درسگاہ کی کامیابی کے لیئے دعا کرتا رہوں گا۔"

ننگِ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ

مجاہد اعظم حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمہ اللہ تعالیٰ

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ،

اما بعد! آج بروز دوشنبہ ۱۷ ر نومبر ۱۹۴۱ء مجھے مدرسہ بنات الاسلام لدھیانہ کو معائنہ کرنے کا موقعہ ملا۔ میں اس سے پہلے ۱۴ ر فروری ۱۹۴۱ء کو مدرسہ کے افتتاح موقعہ پر بھی حاضر ہوا تھا۔

معلوم ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت نے مولانا مفتی محمد نعیم اور ان کی اولاد کی کوشش میں خاص برکت عطا فرمائی ہے جس سے مدرسہ غیر معمولی ترقی کر رہا ہے ہم نے بچوں کے اسباق سنے عزیزہ کلثوم اور عزیزہ صغریٰ سلمہا اللہ کی تعلیم اور انتظام کو قابلِ تعریف پایا۔

اس پودے کی آبیاری میں میری دلچسپی بہت زیادہ ہے۔ اس لیئے قابلِ اصلاح امور کے متعلق مسلسل ہدایات دیتا رہوں گا۔ واللہ الموفق

آخر میں ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس اچھے کام کی بنیاد قائم ہو گئی ہے۔ اور کارکنان کی کامیابی کیلئے دعا کرتا ہوں۔ اور اس تحریر کو ختم کرتا ہوں۔

عبید اللہ سندھی۔

۱۷ ر نومبر،

ایضاً

مجاہد اعظم حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ

" دو تین مہینہ کے معمولی وقفہ سے مجھے دوسری دفعہ مدرسہ بنات الاسلام دیکھنے کا موقعہ ملا۔ میں بہت مسرور ہوا۔ کہ جن مسلمانوں نے مدرسہ دیکھا۔ وہ اس کے انتظام اور اس کے نصاب میں تعلیم قرآن کی تعریف کرتے ہیں۔ دلی تمنا ہے۔ کہ دارالعلوم کے پہلو میں اتنی بڑی درسگاہ بچیوں کے لئے ہو۔ جس قدر بڑی تعلیم گاہ مردوں کے لئے ہے
بالفعل میں اس مدرسہ بنات الاسلام کو دارالعلوم دیوبند کے زنانہ سیکشن کے لئے اساس مان لیتا ہوں۔

عبید اللہ سندھی
۳/۴۴ء

حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم "دیوبند"

نحمدہٗ ونصلّی۔ آج مجھے مدرسہ بنات الاسلام میں حاضری کا موقعہ نصیب ہوا۔ بچیوں کی مختلف جماعتوں اور درجات کی طالبات نے آموختہ سنایا۔ اور تعلیم و تعلم کے مختلف الانواع نتائج دیکھنے میں آئے۔ نظم اور طریق تعلیم بھی معائنہ میں آیا۔ سب کچھ دیکھ لینے کے بعد مجھے الفاظ نہیں ملتے۔ کہ میں ان خدمات مسرت کو ظاہر کر سکوں۔ جو اس مدرسہ کے نمایاں کارناموں کو دیکھنے کے بعد میرے دل میں پیدا ہوئے۔ لڑکیوں کے مدرسہ کے لئے جس قدر شرائط اسلامی نقطۂ نظر سے ہو سکتی ہیں۔ وہ سب اس مدرسہ میں موجود ہیں۔ خدا کرے کہ مسلمان ہر جگہ اس مدرسہ اور اس کے طریق تعلیم کی تقلید کریں۔ اگر اس خیال پہ جگہ جگہ اس بنات قائم ہو گئے۔ تو قوم کی حالت انشاء اللہ چند ہی دنوں میں کافور ہو جائے گی ہم سب کو شکر گذار ہونا چاہیئے۔ حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب اور ان کے خلف الرشید مولانا ضیاء المحسن صاحب کا۔ جن کی تعلیمی اور عملی جدوجہد نے یہ نیک مثال قائم کی۔ حق تعالیٰ انہیں اجر عظیم عطا فرمائے۔

محمد طیب

مہتمم دارالعلوم دیوبند۔

مدرسہ بنات الاسلام منٹگمری (پاکستان)

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ تعالےٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط میں نے مدرسہ بنات الاسلام لدھیانہ
کے تعلیمی کوائف اور حالات سُنے تھے۔ بحمد اللہ اسلامی نقطہ نظر سے بچوں کیلئے
کامیاب جامع الشرائط درسگاہ تھی۔ میں انتہائی مسرور ہوں کہ منتظمین نے
بے سروسامانی کے باوجود اسی معیار پہ منٹگمری پاکستان میں توکل علی اللہ وہی
درسگاہ جاری کردی ہے۔ پاکستان میں بچیوں کی صحیح تعلیم و تربیت کیلئے
اس قسم کے معیاری اداروں کی اشد ترین ضرورت ہے۔ میں اس کی کامیابی
کے لیئے دُعا کرتا ہوں۔ اور ارباب خیر سے استدعا کرتا ہوں۔ کہ وہ درسگاہ
کی ضرورتوں کی تکمیل میں فراخ حوصلگی سے حصہ لیں۔ اور اس کی سرپرستی فرما کر
اجر دارین حاصل کریں،

شبیر احمد عثمانی

۲۵ جنوری ۴۸ء

کراچی،

گرامی منزلت سردار عبد الرب نشتر رحمۃ اللہ علیہ

محترم مفتی صاحب!

السلام علیکم۔ آپ کا گرامی نامہ ملا۔ یہ جان کر خوشی ہوئی۔ کہ آپ نے
منٹگمری میں مدرسہ بنات الاسلام جاری کر دیا ہے۔ پاکستان کو ایسی درسگاہوں
کی اشد ضرورت ہے۔ جہاں مسلمان لڑکیاں اسلامی طریقہ تعلیم سے مستفید
ہو سکیں، مدرسہ کی کامیابی کے لیئے دعا کرتا ہوں۔ والسلام

احقر العباد

عبد الرب نشتر،

مفکرِ اسلام حضرت العلامہ مولانا سید سلیمان صاحب ندویؒ

مدرسہ بنات الاسلام منٹگمری میں حاضری کا آج موقعہ ملا۔ منتظمین نے مدرسہ کے حالات بتائے۔ مدرسہ پہلے لدھیانہ میں تھا۔ اب یہاں منتقل ہو گیا ہے طالبات کی تعداد چار سو کے قریب ہے۔ اس میں دینیات کی تعلیم ہوتی ہے اور زنانہ دستکاری سکھائی جاتی ہے۔ ایسے زنانہ مدرسوں کی جن میں بجد مناسب دینیات کی اور ضروری سلیقہ اور ہنر کی تعلیم دی جائے بہت ضرورت ہے لڑکیوں میں اخلاقِ حسنہ اور کردار اسلامی پیدا کرنے کی بھی ضرورت شدید ہے تاکہ اس آزادانہ تحریک کا مقابلہ ہو سکے۔ جو آزادانہ زنانہ مدارس کے واسطے پھیل رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کارکنوں کو توفیق عطا فرمائے۔ اور مسلمانوں کو اس قسم کے مدرسوں کی امداد و اعانت کا شوق عنائت فرمائے۔

سید سلیمان ندوی
۱۳ مارچ ۵۲ء

گرامی قدر سید محمد محسن شاہ صاحب ترمذی

آج مجھے چند احباب کی معیت میں مدرسہ بنات الاسلام منٹگمری جانے کا شرف حاصل ہوا۔ مدرسہ پہلے لدھیانہ میں جاری تھا۔ اب مفتی ضیاء الحسن صاحب کی کوششوں سے منٹگمری میں جاری ہو گیا ہے۔ احاطہ مدرسہ میں داخل ہوتے ہی پہلی چیز مدرسہ کی صفائی تھی۔ جو عام طور پر درسگاہوں میں نظر نہیں آتی۔ مدرسہ کے کمرے بڑے صاف ستھرے تھے بچیوں کی نشستوں کے سامنے تپائیاں پڑی ہوتی تھیں۔ جن پر ان کی کتابیں وغیرہ رکھی ہوتی تھیں۔ یہ میرے لئے نئی چیز تھی۔

بچیوں کے طرز تکلم اور نشست و برخاست کے آداب سے ایک باسلیقہ انتظام کا ثبوت مل رہا تھا۔ بچیوں نے ہماری موجودگی میں دعائیہ نظم پڑھی جس میں خود اعتمادی اور اُولوالعزمی نمایاں تھی۔ ایک چھوٹی بچی نے ہمارے سامنے نماز بھی پڑھی جو انتہائی دلکش اور جاذب تھی۔ تمام بچیوں کا تلفظ عمدہ اور صحیح تھا جس جرأت سے بچیوں نے ہمیں مختلف چیزیں سنائیں۔ ایک اچھا خاصہ لکھا پڑھا آدمی بھی اس طریقہ پر ادا نہیں کر سکتا۔ ان تمام امور سے تعلیم کی پختگی کا ثبوت ملتا تھا۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ ایک برس کی محنت کا نتیجہ ہے۔

اس درسگاہ کے کارکنان نے جس ہمت۔ اُولوالعزمی اور اخلاص کے ساتھ

اس کام کا آغاز کیا۔ اور اس کے جو مبارک نتائج ہمارے سامنے ہیں۔ ان کے پیش نظر اس درسگاہ سے جتنی توقعات وابستہ کی جائیں کم ہیں۔

مجھے اس پر بے حد مسرت ہے۔ کہ عمارت کو بڑی حفاظت سے سنبھالا گیا ہے یہ عمارت اس سے پہلے غیر مسلموں اور بعد میں مہاجرین کے لئے بطور کیمپ استعمال ہوتی رہی۔ جس سے اس کی حالت کافی خراب ہو گئی تھی۔ لیکن اب اسے احسن طریق پر صاف ستھرا اور محفوظ کر دیا گیا ہے۔ جو کمی تھی وہ بھی کارکنان کی مساعی سے پوری ہو گئی ہے۔ مجھے یقین ہے۔ کہ درسگاہ جس رفتار سے ترقی پذیر ہے۔ اس کے مطابق تھوڑے ہی عرصہ میں پاکستان بھر میں بے مثال حیثیت کی حامل ہوگی۔ میں اختتام پر مفتی ضیاء الحسن صاحب اور مدرسہ کے دیگر کارکنان کا شکر گذار ہوں۔ جنہوں نے ملت کے اس عظیم الشان تعمیری کام کا آغاز کیا۔ خداوند کریم ان کی کوششوں کو قبول فرمائے۔

سید محسن ترمذی
۲۷/دسمبر ۱۹۴۷ء

عالی مرتبت سید محمد قاسم صاحب رضوی
مہتمم بندوبست منٹگمری

میں نے مدرسہ بنات الاسلام کی عمارت اور ابتدائی جماعتوں کا معائنہ کیا۔ مجھے یہ معلوم کر کے بجید مسرت ہوئی کہ اس ادارے میں طالبات کی دینی تعلیم کا مؤثر اور خصوصی انتظام ہے۔ ننھی ننھی بچیوں نے جس پیارے انداز سے کلمے کے معنی اور قرآن کریم کی آیات کا ترجمہ سنایا وہ بہت ہمت افزا تھا۔ مدرسہ کی عمارت کی توسیع میں منتظمین نے کافی محنت کی ہے۔ خدا ان کی ہمت اور کوشش کو وسیع عنایت فرمائے۔ سکول کی صفائی اور ابتدائی جماعتوں کا کام بہت قابل قدر تھا۔ ابتدائی تعلیم کے ساتھ ساتھ دستکاری اور دینی تعلیم اس ادارے کی کامیاب خصوصیت ہے۔

سید محمد قاسم رضوی
۱۲/فروری ۵۹ء

مرتبہ۔ مفتی ضیاء الحسن منیجر۔ مدرسہ بنات الاسلام منٹگمری